© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبدالرشید عراقی سوہدروی حفظہ اللہ

عہد بنو امیہ کے علمی کارنامے

بنو امیہ کے دور کا آغاز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت سے ۴۱ھ میں ہوا اور اس کا اختتام مروان ثانی (م ۱۳۲ھ) پر ہوا، گویا بنو امیہ کا دور حکومت ۹۱ سال پر محیط ہے۔

اس دور میں اگرچہ بعض فتنہ پردازوں کے ہاتھوں بعض ناخوشگوار واقعات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں، لیکن ساتھ ساتھ بیشمار اسلامی فتوحات اور ہر چار سو علم اسلام بلند نظر آتا ہے۔ جہاں بلند پایہ مجاہدین ہیں وہاں نیک سیرت انسانوں کی بھی کمی نہیں جن کے زہد و اتقاء، علم و فضل اور جلالت قدر کی تعریف سے قلم کی زبان خشک ہو جاتی ہے، آپ کو اس دور میں ایسے افراد بھی ملیں گے جنہوں نے اسلام کی سربلندی اور کتاب و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور اس کے ساتھ اسلام کی سربلندی کیلئے اپنی جان کے نذرانے پیش کیے ہیں۔

"جزاهم الله تعالىٰ عنّا و عن الاسلام خير الجزاء"

اموی دور میں علمی ترقی

اموی دور میں علوم اسلامیہ کی ترقی و ترویج کے لیے بہت کام ہوا۔ علمائے تابعین جنہوں نے اپنے علوم کو پھیلایا اسی عہد میں تھے اور ان کے حلقہ درس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مستقل طور پر قائم تھے۔

قرأة

قرآن مجید کی قرأة بھی ایک مسلم ہے۔ ہر زبان کی طرح قرآن مجید کے بعض الفاظ کا تلفظ مختلف طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ قراة کے واقف کار کو قراء کہا جاتا ہے۔ بنو امیہ کا دور قرائے نظام سے خالی نہیں۔ قرآن مجید کے مشہور قرائے سبعہ بنی امیہ کے دور میں تھے۔ جن کی قرات پر آج بھی ہماری قرأت قران کا مدار ہے۔ امام عبدالرحمان نافع بن ابو نعیم مدنی (م۱۶۹ھ) میں قراءة میں امام مالک (م۱۷۹ھ) کے استاد تھے۔ ابو عمرو بن العلاء البصری (م۱۵۳ھ) ابو عمران عبداللہ بن عامر دمشقی (م۱۱۸ھ) ابو معبد بن عبداللہ کثیر المکی (م۱۲۰ھ) ابوبکر عاصم بن ابی النجد الکوفی (م۱۲۷ھ) ابو عمارہ حمزہ بن حبیب الزیات (م۱۵۷ھ) ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی (م۱۸۹ھ)

تفسیر

تفسیر قرآن کی ابتدا نزول قرآن کے ساتھ ہو گئی تھی۔ پھر اس میں برابر وسعت ہوتی گئی اور اموی دور میں اس کے بڑے بڑے ائمہ پید ہوئے۔ جن کے ذریعہ بہت تفسیری ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اس عہد کے تفسیر قرآن میں صحابہ کرام میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس (م۶۸ء) کا اول نمبر ہے۔ جو تفسیر قرآن مجید میں سند تسلیم کئے جاتے تھے۔ ان کے بعد ان کے تلامذہ میں عکرمہ مولی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابن عباس (م ۱۰۷ھ) قتادہ بن دعامہ سدوسی (م ۱۱۸ھ) مجاہد بن جبیر (م ۱۰۳ھ) حسن بصری (م ۱۱۰ھ) اور سعید بن جبیر (م ۹۴ھ) زیادہ نامور ہوئے۔ تفسیری روایات کا دارومدار زیادہ تر انہیں بزرگوں کی روایات پر ہے۔ دور بنوامیہ تفسیری روایات کا دور ہے۔ تفسیری تصانیف کا نہیں۔ یعنی قرآن مجید کی تفسیری روایات اور آیات قرآنی کی تشریح توضیح جو انہوں نے خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ سے سماعت کی تھیں۔ وہ ان حضرات نے من و عن دوسرے طالبان تفسیر و تحقیق تک پہنچا دیں۔ ان حضرات میں سے کسی نے تفسیر کے موضوع پر قلم نہیں اٹھایا (مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (دسمبر ۱۹۷۴ء) نے فہرست ابن ندیم ص ۸۰ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مجاہد، حسن بصری، سعید بن جبیر، امام باقر اور حضرت علی کے ایک رفیق ابو حمزہ نے تفسیر لکھی تھیں لیکن آج یہ تفسیریں ناپید ہیں۔ تاریخ اسلام جلد دوم ص ۲۵۱، مطبوعہ اعظم گڑھ طبع دوم ۱۹۴۸ء)

حدیث

حدیث کی اشاعت و تدوین سب سے زیادہ بنوامیہ کے دور میں ہوئی۔ اور دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں حدیث کے درس قائم تھے۔ شائقین حدیث کی سماع کے لئے دور دراز کا سفر کرتے۔ اور ہر خرمن سے خوشہ چینی کرتے تھے۔ حدیث کا سب سے بڑا مرکز مدینہ طیبہ تھا۔ جہاں بڑے بڑے ارباب فضل و کمال موجود تھے۔ مدینہ طیبہ حضرت علیؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانے ساری دنیائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام کا مرکز تھا۔ بعد میں کوفہ اور پھر دمشق دارالخلافہ ہو جانے سے اس کی علمی حیثیت میں فرق نہیں آیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں۔

باید دانست کہ مدینہ مشرفہ در زمان اوبیشتر از زمان

متاخر بلاشبہ مرجع فضلاء محط رجال علماء بودہ است

(مصفیٰ شرح موطا (مقدمہ) ج ۱ ص ۶ طبع دہلی ۱۲۴۶ھ) جاننا چاہیئے کہ مدینہ شریف امام مالک کے زمانے میں اخیر دور سے پہلے بلاشبہ فضلاء کا مرجع اور اہل علم کی تھا۔

مدینہ منورہ کے علاوہ مکہ، کوفہ، بصرہ اور شام وہ مقامات تھے۔ جہاں سے علم نبوی کے چشمے ابل ابل کر سارے عالم اسلام میں رواں دواں ہو گئے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں۔

فخص الامصارا الخمسة الحجازان والعراقان والشام التی خرج منها علوم النبوة من العلوم الایمانیة القرانیة والشریعة (منهاج السنة النبویة فی نقض قول الشیعة والقدریة ج۲ ص۱۳۲، طبع میریہ مصر)

سو یہ پانچ شہر مکہ، مدینہ، کوفہ بصرہ اور شام وہ ہیں جہاں سے علوم نبوت. علوم ایمانی، علوم قرآنی اور علوم شریعت نکلے ہیں۔

مدینہ منورہ عہد صحابہ میں قرآن وسنن کے علم کا بہت بڑا مرکز تھا۔ اور تابعین میں فقہائے سبعہ جیسے حضرات اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ فقہائے سبعہ حسب ذیل ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (م۹۸ھ) عروہ بن زبیر بن عوام (م۹۴ھ) قاسم بن محمد بن ابی بکر (م۱۰۸ھ) سعید ابن المسیب (م۹۴ھ) ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام (م۹۴ھ) سلیمان بن یسار (م۱۰۹ھ) خارجہ بن زید بن ثابت (م۹۹ھ) (الجواہر المضیہ ج۲ ص ۴۲۱، ۴۲۲)

یہ ساتوں فقہائے کرام وہ ہیں جو اپنے زمانے میں علم فقہ و حدیث کا مرجع ہے۔ امام عبداللہ بن مالک (م۱۸۱ھ) کا بیان ہے کہ جب کوئی مسئلہ آتا تو یہ سب ایک ساتھ مل کر اس پر غور کرتے۔ اور جب تک وہ اُس کے سامنے پیش ہو کر طے نہ ہو جاتا قاضی اس بابت کوئی فیصلہ صادر نہ کرتا تھا (فتح المغیث ص ۳۹۹ طبع یکفر)

حضرت عمر بن عبدالعزیز اور تدوین حدیث

اموی دور میں سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز (م۱۰۱ھ) نے تدوین حدیث کی طرف توجہ کی۔ اس لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس طرف خیال پید ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین روز بروز اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے اور ابھی صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ بزم عالم ان کے مبارک وجود سے تقریباً خالی ہو چکی تھی۔ دوسری طرف شیعہ، خوارج، اور قدریہ نئے نئے فرقے اسلام میں سر اٹھاتے جاتے تھے۔ جو اپنے اپنے عقائد و خیالات کی ترویج کے لئے پوری قوت سے کوشاں تھے۔ صحابہ کرام کی موجودگی میں اہل بدعت کا زور نہ چلتا تھا۔ جب کسی چیز میں اختلاف ہوتا تو لوگ ان کی طرف رجوع کرتے۔ اور فتنہ دب کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہجاتا- حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) حضرت امام محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۵۶ھ) کی تاریخ الکبیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ۹۳ھ میں انتقال ہوا تو مؤرّق کہنے لگے کہ ذھب الیوم نصف العلم (آج نصف علم آٹھ گیا- جب ان سے دریافت کیا گیا یہ کیونکر؟ تو فرمانے لگے کہ

کان الرجل من اهل الاهواءاذا خالفنا الحديث قلنا تعال الى من سمعه من النبى صلى الله عليه وسلم (تهذيب التهذيب ترجمه انس بن مالك)

جب اہل بدعت میں سے کوئی شخص حدیث کے بارے میں ہماری مخالفت کرتا تو ہم اس سے کہا کرتے تھے کہ آؤ ان کے پاس چلیں جنھوں نے خود اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے-

حضرت عمر بن عبدالعزیز ۹۹ھ میں سریر آرائے کے خلافت ہوئے- تو آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام کے متبرک نفوس سے دنیا خالی ہو چکی ہے- اکابر تابعین میں کچھ تو صحابہ کرام کے ساتھ ہی چل بسے باقی جو ہیں ایک ایک کر کے سارے مقامات سے اٹھتے جا رہے ہیں اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ ان حفاظ اہل علم کے اٹھنے سے کہیں علوم شرعیہ نہ اٹھ جائیں- اور حدیث کی جو امانت ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ ان کے ساتھ ہی قبروں میں نہ چلی جائے- لہذا آپ نے تمام ممالک اسلامیہ کے گورنروں کے نام فرمان بھیجا کہ حدیث نبوی کو تلاش کر کے جمع کر لیا جائے چنانچہ حافظ ابو نعیم اصفہانی (م ۴۳۱ھ) تاریخ اصفہان میں لکھتے ہیں-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كتب عمر بن عبدالعزيز الى الافاق انظروا حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاجمعوا (فتح البارى ج۱ ص۱۷۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تمام آفاق میں لکھ بھیجا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر کے جمع کرو۔

اسی سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ کے قاضی ابوبکر بن حزم خزرجی انصاری (م ۱۲۰ھ) کو لکھا۔

انظر ماكان من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاكتبه فانى خفت دروس العلم وذهاب العلماء ولاتقبل الا حديث النبى صلى الله عليه وسلم (الجامع الصحيح البخارى باب كيف يقبض العلم)

احادیث نبویہ کی تلاش کر کے ان لکھ لو، کیونکہ یہ علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہو جانے کا خدشہ معلوم ہوتا ہے۔ اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قبول کی جائے۔

اور یہ فرمان صرف مدینہ کے گورنر کے نام نہ تھا بلکہ تمام صوبوں کے گورنروں کے نام تھا۔ جیسا کہ ابو نعیم اصفہانی (م ۴۳۱ھ) نے تاریخ اصفہان میں اس کی تصریح کی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر قرطبی (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ سعید بن ابراہیم فرماتے ہیں۔

امرنا عمر ابن عبدالعزيز بجمع السنن فكتبناها دفترا دفترا فبعث الى كل ارض له عليها سلطان دفتراً (جامع بيان العلم و فضيله ص۳۸)

ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے جمع حدیث کا حکم دیا۔ اور ہم نے دفتر کی دفتر حدیثیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھیں۔ اور انہوں نے ایک ایک مجموعہ ہر جگہ جہاں ان کی حکومت تھی بھیجا۔

امام مالک (م ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قاضی محمد بن حزم کو تاکیداً اس صراحت کے ساتھ لکھا تھا کہ عمرہ بنت عبدالرحمان (م ۹۸ھ) اور قاسم بن محمد بن ابی بکر (م ۱۰۶ھ) کے پاس جو سرمایہ علم ہے اس کو خاص طور پر نقل کر کے میرے پاس بھیج دیا جائے۔ (عمرہ اور قاسم کی روایات کے جمع کرنے کا خاص طور پر اس لئے حکم دیا۔ کہ یہ دونوں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (م ۵۸ھ) کے خاص تلامذہ میں سے تھے قاسم حضرت عائشہ کے برادر زادہ تھے اور انہوں نے حضرت عائشہ کے آغوش میں تربیت پائی تھی۔ مدینہ طیبہ کے افضل ترین علماء میں سے تھے اور فقہائے سبعہ مدینہ کے ایک رکن تھے۔ حافظ ابن حبان (م ۳۵۴ھ) نے کتاب الثقات میں آپ کے بارے میں لکھا ہے۔

كان من سادات التابعين من افضل اهل زمانه علماً و ادباو فقهاً [۲۶]

عمرہ بنت عبدالرحمان، قاضی ابوبکر بن حزم کی خالہ تھیں۔ یہ بہت بڑی عالمہ، فاضلہ اور فقیہہ تھیں۔ امام محمد بن مسلم اور ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) ان کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی ان کے علم و فضل اور تبحر علمی کے معترف تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔

مابقى احد اعلم بحديث عائشه من عمره

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا علم عمرۃ بنت عبدالرحمان سے بڑھ کر کوئی جاننے والا باقی نہیں رہا۔ [۱]

علامہ ابن سعد (م ۲۳۰ھ) نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ حضرت عمر بن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عبدالعزیز نے قاضی ابوبکر بن حزم کو تاکیداً لکھا تھا کہ اسی عمرہ بنت عبدالرحمان کی روایت کردہ حدیث لکھ کر بھیجیں۔

کتب عمر بن عبدالعزیز الی ابن حزم ان یکتب لہ احادیث عمرۃ "طبقات ابن سعد")

امام محمد بن مسلم المعروف بہ ابن شہاب الزہری

ارباب سیر اور مورخین کی اکثریت نے اس امر پر اتفاق کیا ہے کہ اموی دور میں سب سے پہلے جس نے تدوین حدیث کی طرف توجہ کی۔ وہ امام محمد بن مسلم شہاب الزہری (م۱۲۴) تھے اور انہوں نے قاضی ابوبکر محمد بن حزم (م۱۲۰ھ) سے پہلے حدیث کی تدوین کی۔ اور نہوں نے اپنی جمع کردہ کتابوں کی نقلیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بھی بھیج دی تھیں اور جب قاضی ابوبکر محمد بن حزم نے اپنی کتابوں کی نقلیں مکمل کیں۔ اس وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا اس لئے اولیت کا سہرا امام زہری کے سر ہے۔ حافظ ابن عبدالبر قرطبی (م۴۶۳ھ) جامع بیان العلم و فضلہ میں امام مالک (م۱۷۹ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

اول من دون العلم ابن شہاب (جامع بیان العلم وفضلہ ص ص۳۹)

سب سے پہلے جس نے علم مدون کیا۔ وہ ابن شہاب زہری ہیں۔

امام زہری کے علاوہ جن آئمہ کرام نے تدوین حدیث میں علمی کارنامے سرانجام دیے امام لکھوی (م۱۱۸ھ) اور طام شعبی (م۱۱۰ھ) بھی تھیں۔ علامہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اس کی تدوین کی ہے۔ (تدریب الراوی ص ۲۴) گر اولیت امام زہری کو حاصل ہے۔ جیسا کہ امام مالک نے اس کی تصریح کی ہے۔

خطابت

عربوں میں خطابت کو باقاعدہ فن کی صورت حاصل تھی۔ اموی دور میں خطابت کا فن بھی اپنے عروج پر تھا۔ خطابت سے سیاسی معرکوں اور لڑائیوں میں کام لیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس دور میں متعدد نامور خطیب پیدا ہوئے۔ حجاج بن یوسف ثقفی (م ۹۵ھ) اور طارق بن زیاد اموی (م ۱۰۰ھ) فاتح اندلس اس دور کے بڑے ممتاز خطیب تھے حجاج بن یوسف (م ۹۵ھ) کا اولین خطبہ جو اس نے اپنی تقرری کے وقت دیا تھا۔ ادب عربی کا مشہور شاہکار ہے۔ صرف اشارہ کر دینا کافی ہو گا۔

اما واللہ انی لاحمل الشر بحملہ واخذہ بنعلہ واجزیہ بمثلہ و انی لاری الابصارا طامخۃ واعناقا متطا ولۃ و رؤساً قد اینحت و حان قطا فھا و انی لانظر الی الدماء بین العمائم اللحی (البدایۃ و النھایۃ ج۹ ص۸، تاریخ طبری ج۷ ص۲۱۰)

میں دیکھتا ہوں۔ کہ نظریں اٹھی ہوئی ہیں گردنیں اونچی ہو رہی ہیں۔ سروں کی فصل پک چکی ہے۔ اور کٹائی کا وقت آگیا ہے۔ میری نظریں وہ دیکھ رہی ہیں جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہہ رہا ہے۔

طارق بن زیاد اموی کی تقریر جو اس نے اندلس پر فوج کشی کے وقت کی۔ تاریخ اسلام میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور عربی ادب کا ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اچھوتا شاہکار ہے۔ طارق نے کہا۔

اما بعد! لوگو! میدان جنگ سے مفر کی اب کوئی صورت نہیں ہے۔ آگے دشمن ہے اور پیچھے دریا۔ خدا کی قسم صرف پامردی اور استقلال میں نجات ہے۔ یہی وہ فتح مند فوجیں ہیں جو مغلوب نہیں ہو سکتیں۔ اگر یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ تو تعداد کی قلت سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اور بزدلی، کاہلی، سستی، نامردی، اختلاف اور غرور کے ساتھ تعداد کی کثرت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

لوگو! میری تقلید کرو۔ اگر میں حملہ کروں، تو تم بھی حملہ آور ہو جاؤ۔ اور جب میں رک جاؤں تو تم بھی رک جاؤ۔ جنگ کے وقت مل کر ایک جسم بن جاؤ۔ میں اس سرکش (راڈرک) پر حملہ کر کے دست بدست مقابلہ کروں گا۔ اگر میں اس حملہ میں مارا جاؤں تو تم رنج و غم نہ کرنا اور میرے بعد آپس میں جھگڑ کر لڑ نہ بیٹھنا۔ اس سے تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور تم دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ پھیر دو گے۔ اور قتل و گرفتار ہو کر برباد ہو جاؤ گے۔ خبردار! ذلت پر راضی نہ ہونا۔ خدا نے جہاد و جفاکشی کے ذریعہ دنیا میں تمہارے لئے جو عزت و شرف اور راحت اور آخرت میں شہادت کا جو ثواب مقدر کیا ہے۔ اس کی طرف بڑھو، خدا کی پناہ اور حمایت کے باوجود اگر تم ذلت پر راضی ہو گئے تو بڑے گھاٹے میں رہو گے۔ دوسرے مسلمان الگ تم کو برے الفاظ سے یاد کریں گے۔ جیسے ہی میں حملہ کروں تم بھی حملہ آور ہو جاؤ۔ (الامامۃ والسیاستہ ج ۲ ص ۶۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فن انشاء کو بھی اموی دور میں بہت ترقی حاصل ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اموی دور میں اسلامی ممالک کی سرحدیں دور دور تک پھیل گئیں۔ اور عمال حکومت کے ساتھ مراسلات جاری رکھنا نظام سلطنت کا ایک لازمی جزو بن گیا۔ پڑوسی ملکوں کے ساتھ مراسلات کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ اس لئے فن انشاء کو خوب ترقی ہوئی۔ اموی دور کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس دور میں عربی زبان کو مملکت کی سرکاری زبان قرار دیا گیا۔ اس لئے عربی کا سیکھنا غیر قوموں کے افراد کے لئے بھی ضروری ہو گیا۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ اور فارسی زبان والوں نے عربی زبان کی تحصیل کی طرف توجہ دی۔

تاریخ و طبقات

اموی دور میں تاریخ و طبقات پر علمی سرمایہ زیادہ دستیاب نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ وہ داخلی انتشار تھا جو اموی دور میں ابتداء سے آخر تک جاری رہا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے اکابر صحابہ کرام اموی گورنر حجاج بن یوسف کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اور ۶۱ھ میں حضرت حسین بن علیؓ کربلا میں شہید کر دیئے گئے۔ اور حضرت حسین کی شہادت کے بعد ہر چند اموی حکمرانوں نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح خانہ جنگی کا سلسلہ ختم ہو۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز جن کا دور حکومت ۹۹ھ تا ۱۰۱ھ (۱۸ ماہ) تک رہا۔ یہ دور بنو امیہ کی تاریخ کا سنہری دور ہے۔ مغازی و سیرت پر محمد بن اسحاق (م ۱۵۰ھ) کی کتاب مغازی ہے۔ محمد بن اسحاق گو عہد عباسیہ میں فوت ہوئے۔ لیکن ان کی نشوونما دور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنوامیہ میں ہوئی۔ امام ابوبکر خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ

انہوں نے اس فن کو اتنی ترقی دی۔ کہ پھر اس پر کوئی اضافہ نہ کر سکا۔ انہوں نے سلاطین اور امراء کی توجہ لایعنی قصوں اور حکایتوں سے ہٹا کر تاریخ کی جانب پھیر دی۔ اگر اس فضیلت کے علاوہ ابن اسحاق کی اور کوئی فضیلت نہ ہوئی۔ کہ انہوں نے سلاطین کا مذاق بدل دیا۔ اور ان کی توجہ بے نتیجہ کتابوں سے ہٹا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی اور آپ کی سیرت اور آغاز عالم کی تاریخ کی جانب پھیر دی۔ تو تنہا یہی کارنامہ اور اولیت کا یہ فخر ان کی فضیلت کے لئے کافی تھا۔ ان کے بعد بہت سے لوگوں نے اس فن پر کتابیں لکھیں۔ لیکن کوئی ان کے درجہ کو نہ پہنچ سکا۔ (تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۱۹)

علامہ محمد بن اسحاق نے تاریخ و سیرت و مغازی پر کتاب لکھی اس کا نام "کتاب السیرۃ و المبتدا و المغازی" ہے علامہ ابو محمد عبدالملک بن ہشام (م ۲۱۸ھ) سیرت ابن ہشام لکھی جو زیادہ تر ابن اسحاق کی روایات پر مشتمل ہے سیرت ابن ہشام چھپ چکی ہے۔ اسی دور کے ایک عالم یعمر بن راشد (م ۱۸۳ھ) نے کتاب المغازی لکھی (فہرست ابن ندیم ص ۱۳۲) وھب بن منبہ (م ۱۱۰ھ) نے جو مغازی اور سیرت کے ساتھ تاریخ عرب کے بھی عالم تھے سلاطین حمیر کے حالات میں ایک کتاب لکھی تھی۔ (شذرات الذہب ج ۱ ص ۱۵۸)

اس تفصیل سے اموی دور کی علمی و تعلیمی حالت کا اجمالی اندازہ ہو گیا ہو گا اس دور کے قابل قدر خصوصیت یہ ہے کہ اس زمانہ میں تعلیم و علماء دونوں حکومت کے اثر سے آزاد تھے یہی وجہ ہے کہ بعض امویوں کے استبداد کے باوجود علمائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حق کی حق پرستی اور حق گوئی کی یقیناً مثالیں ان کے زمانہ میں ملتی ہیں۔ اتنی بعد کے زمانہ میں نہیں ملتیں گو ہر زمانہ میں کم و بیش علمائے حق موجود تھے جن کی حق پرستی خلفا و سلاطین کے مقابلہ میں قائم رہی لیکن بعد کے زمانہ میں جب علم خلفاء کی سرپرستی میں آگیا۔ تو ان کی تعداد کم ہو گئی چنانچہ عباسی عہد گو علمائے حق سے خالی نہ تھا۔ لیکن بہت سے علماء ان کے مصاحب اور ان کی چشم آبرو کے اشارے کے پابند تھے۔ اس کے برعکس اموی عہد میں اس کی مثال نہیں ملتی اور یہ نتیجہ تھا حکومت کی سرپرستی سے علم کی آزادی کا۔

مراجع و مصادر

۱۔ البدایہ والنہایۃ "حافظ ابو الفداء عماد الدین اسمٰعیل بن کثیر دمشقی (م ۷۷۴ھ)"

۲۔ الجامع الصحیح البخاری "امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری (م ۲۵۶ھ)"

۳۔ الجواہر المضیئۃ "علامہ عبدالقادر بن احمد القرشی (م ۷۷۵ھ)"

۴۔ الامامۃ والسیاسۃ "ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ دینوری (م ۲۷۶)"

۵۔ تاریخ بغداد "امام احمد بن علی خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ)"

۶۔ تاریخ الملوک والامم "امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)"

۷۔ تاریخ اسلام "مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (م ۱۹۷۴ء)"

۸۔ تدریب الراوی "علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)"

۹۔ تہذیب التہذیب "حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)"

۱۰۔ طبقات ابن سعد "ابو عبداللہ محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ)"

۱۱۔ جامع بیان العلم و فضلہ "حافظ ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر قرطبی (م ۴۶۳ھ)"

باقی صفحہ ۴۴

© rasailojaraid.com